مدیر مسئول

محمد عطاء اللہ حنیف

جماعت اہلحدیث کا ترجمان اور مسلک اہلحدیث کا داعی

جلد ۳۶ شمارہ ۲۰ — جمعۃ المبارک — ۳۰ ربیع الاول ۱۴۰۵ھ — ۱۴ دسمبر ۱۹۸۴ء

مندرجات

مجلس ادارت

حافظ صلاح الدین یوسف

علیم ناصری ایم اے

معاون

محمد سلیمان انصاری

بدل اشتراک: سالانہ ۵۰ روپے — فی پرچہ ڈیڑھ روپیہ — ممالک غیر سے ۲۰ پونڈ

درس منتخبات قرآن

پروفیسر عبداللہ شاہین - حافظ آباد

غیب کی خبریں

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَكْفُلُ مَرْیَمَ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ (آلِ عمران - ۴۴)

ترجمہ: "یہ غیب کی خبریں ہیں، جو (اے نبیؐ) ہم آپؐ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ اور آپؐ اُس وقت ان کے پاس موجود نہ تھے جب وہ قرعہ اندازی کر رہے تھے کہ کون مریم کا کفیل بنے۔ اور نہ ہی آپؐ اس وقت موجود تھے جب وہ اس بات میں جھگڑ رہے تھے۔"

تفسیر

ضیاء القرآن اس سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے نبی غیب کے علوم جانتا ہے۔ یہی اس کی نبوت کی قوی دلیل ہے۔

تبصرہ اس آیت سے ان لوگوں کے نظریات کی صریح نفی ہوتی ہے جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے حالات کا مشاہدہ فرماتے رہے ہیں۔ جیسا کہ صاحب "نور العرفان" نے سورۂ بقرہ کی آیت ۱۴۳ کے ضمن میں بیان کیا تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر فرما دیا ہے کہ اے نبیؐ آپ اس وقت ان لوگوں کے پاس موجود نہیں تھے جو حضرت مریمؑ کی سرپرستی کے لئے قرعہ اندازی کر رہے تھے۔ بلکہ یہ غیب کی خبریں ہیں جو عالم الغیب ربّ ہی جانتا ہے۔ اور اُسی نے بذریعہ وحی آپ کو بتلائی ہیں۔ اور یہی آپؐ کے پاس وحی آنے کی دلیل ہے۔ وگرنہ تو دعویٰ وحی و نبوت ہی بے بنیاد ہو جائے۔ مگر "صاحب نور العرفان" نے سورہ بقرہ کی آیت ۱۴۳ کے ضمن میں بیان کردہ اپنے سابقہ موقف کو برقرار رکھنے کے لئے یہ تعبیر و تاویل کی ہے کہ "موجود نہ ہونے سے" آپؐ کا جسمانی طور پر موجود نہ ہونا مراد ہے۔ ورنہ آپؐ نورِ نبوت کے لحاظ سے ہر وقت اور ہر جگہ جلوہ گر ہیں۔ اور ہر شے سے خبردار گزشتہ واقعات کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

غور کیجئے! موصوف نے یہ تسلیم کیا ہے کہ حضورؐ دنیا میں تشریف لانے سے قبل جسمانی طور پر موجود نہ تھے۔ رہی نورِ نبوت سے مشاہدہ کی بات تو "گزشتہ واقعات کو ملاحظہ" فرمانے کی تعبیر بڑی بوالعجبی ہے کیونکہ ملاحظہ تو حال کو فرمایا جاتا ہے ماضی کا تو علم ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ نیز گزشتہ واقعات کے مشاہدہ کی صریح نفی سورہ قصص کی آیت ۴۴ میں فرما دی گئی۔ جب اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضَیْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَ مَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ۔

"یعنی اے نبیؐ آپ اس وقت کوہِ طور کی مغربی جانب موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی اور نہ ہی آپ مشاہدہ فرمانے والے تھے۔"

فون دفتر الاعتصام
۵۴۴۰۶
جلد [illegible]
شمارہ ۲۰

اور اب ریفرنڈم ؟

محترم صدرِ مملکت جنرل محمد ضیاء الحق نے ۱۲ اگست ۱۹۸۳ء کی تقریر میں یہ واضح اعلان کیا تھا کہ ملک میں صوبائی اور قومی اسمبلیوں کے انتخابات ۲۳ مارچ ۱۹۸۵ء سے قبل مکمل کر دیئے جائیں گے۔ اس سلسلے میں حکومتی سطح پر ہر طرح کے احکامات جاری کئے جا چکے ہیں، اور پوری مشینری نہایت تندہی سے اس کے انتظامات میں منہمک ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ بین الاقوامی صورتِ حال سے قطع نظر اندرونِ ملک کچھ ایسے حالات پرورش پاتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں جن سے عہدہ برآ ہونے کے لئے صدرِ مملکت کو کچھ ضمنی اقدامات کی ضرورت محسوس ہوئی ہے۔ چنانچہ یکایک انہوں نے یکم دسمبر کو ایک تقریر فرمائی اور ملک میں ریفرنڈم کرانے کا اعلان کر ڈالا۔

اس اعلان کے ذریعے مارچ ۱۹۸۵ء میں ہونے والے انتخابی پروگرام کو تو علیٰ حالہ قائم رکھا گیا ہے لیکن اپنے شروع کئے ہوئے ضروری کاموں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے منتخب قومی اسمبلی کی سرپرستی کے لئے مزید پانچ سال کا قوم سے مطالبہ کیا گیا ہے۔

یہ ریفرنڈم ۱۹ دسمبر کو ہوگا اور لوگ اس سوال کا "ہاں یا نہ" میں جواب دیں گے کہ "کیا آپ صدر جنرل ضیاء الحق کے اس عمل کی تائید کرتے ہیں جو انہوں نے پاکستان کے قوانین کو قرآنِ حکیم اور سُنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اسلامی احکامات سے ہم آہنگ کرنے اور نظریۂ پاکستان کے تحفّظ کے لئے شروع کیا ہے اور کیا آپ اس عمل کو جاری رکھنے، مزید استوار کرنے اور منظم اور پُرامن طور پر اقتدار عوام کے منتخب نمائندوں کو منتقل کرنے کی حمایت کرتے ہیں؟"

کامیابی کی صورت میں جنرل ضیاء الحق صاحب پانچ سال کے لئے صدارت کے عہدے پر فائز رہیں گے اور اپنے پروگرام کی تکمیل کے لئے انہیں مزید وقت مل جائے گا نیز وہ ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے بھی موجود رہیں گے۔

ہمیں اس سلسلے میں سردست صرف یہ گزارش کرنا ہے کہ اس "واحد سوال" میں صدرِ گرامی نے نفاذِ اسلام کو قرآن و سنّت کے مطابق جاری رکھنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے اور اس کی تشریح اپنی تقریر میں ان الفاظ سے کی ہے: "...... دراصل اسلام میں اتنی لچک اور وسعت ہے کہ یہ تمام ادوار میں ہر قسم کے حالات میں رہنمائی کر سکتا ہے اور اس میں ہمیشہ کے لئے اجتہاد کے دروازے کھلے ہیں۔ اس میں نہ پاپائیت کا تصوّر موجود ہے نہ کسی خاص طبقے کی اجارہ داری کا۔ اس میں اجارہ داری ہے تو قرآن کی، حاکمیت ہے تو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے برگزیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کی۔ رُشد و ہدایت کے

یہی دو چشمے ہیں جن سے ہم رہنمائی حاصل کر کے اپنے معاشرے کی تشکیل نو کرنا چاہتے ہیں ...... "

یہ تشریح جنرل صاحب کی جولائی ۱۹۷۷ء کی اسی تقریر کا اعادہ ہے ۔ جب انہوں نے اقتدار سنبھالا تھا اور انہی بنیادوں پر نفاذِ اسلام کا اعلان کیا تھا مگر جب ہم گزشتہ سات سال کی نفاذِ اسلام کی کارگزاریوں پر نظر ڈالتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ قوانین شریعت کو اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کے تحت نافذ کرنے میں خاصی دیر کی جاتی رہی ہے اور بہت سے قوانین ابھی تک منظوری کا شرف حاصل نہیں کر سکے ۔ نیز جو تھوڑے بہت قوانین اور حدود کا اعلان کیا گیا ہے ان پر عملدرآمد میں خاصی سست روی اور عدم توجہی کا عمل دخل رہا ہے جس کی وجہ سے وہ قوانین معاشرے میں کوئی مؤثر تبدیلی نہیں لا سکے ۔

عدالتوں میں انگریزی قانون کی عملداری بدستور موجود ہے ۔ زکوٰۃ اور عشر میں دو فقہوں کا اجراء کیا گیا ہے جو کتاب و سنت کے صریحاً خلاف ہے (زکوٰۃ و عشر کی طریقۂ تقسیم زیر بحث نہیں) بنکوں میں سودی نظام کے ساتھ شراکتی کھاتہ کا اجراء کیا گیا ہے وہ بھی ابھی محلِ بحث ہے ۔ بعض پیچیدگیاں ابھی موجود ہیں اندرونِ ملک سودی لین دین ـــــ بنکوں سے قطع نظر ـــــ بعض طریقوں سے موجود ہے ۔ مثلاً حکومت قرضوں کے لیے جو اعلان کرتی ہے اس سے بظاہر حالات جو بات محسوس ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ سودی "منفعت" خود حکومت کو بھی عزیز ہے ۔ ہمارے خیال میں اس کو بھی شرعی جواز حاصل نہیں ۔ اسی طرح پرائز بانڈ اور ٹی بی لاٹریاں دھڑلے سے جاری ہیں ۔

دفاتر میں رشوت ستانی اور بازاروں میں غنڈہ گردی بے محابا جاری ہے ۔ قتل و اغوا کی وارداتیں دن دہاڑے ہو رہی ہیں ۔

اُدھر کتاب و سنت پر مبنی نظامِ اسلام کے زیر سایہ قبوری شریعت کا علم لہرا رہا ہے ۔ قبروں پر دھڑلے سے غیر اسلامی کام ہو رہا ہے ۔ بزرگوں کی قبروں پر سجدے روا رکھے جاتے ہیں ۔ نہایت ادب سے گزارش ہے کہ نفاذِ اسلام انبیائے کرام کی دعوت کے انداز میں ہی کیا جا سکتا ہے ۔ جس میں اول و آخر صرف اور صرف توحیدِ خداوندی ہی کی تبلیغ کی جاتی ہے ۔ جب توحید پر ایمان مکمل ہو گیا تو تمام برائیاں اور معاشرتی ناہمواریاں خود بخود ختم ہو گئیں ۔ صالح معاشرہ صرف توحیدِ خالص پر قائم ہونے سے ہی معرضِ وجود میں آتا ہے اور ملت کے استحکام اور اتحاد و یکجہتی کا تمام سلسلہ اسی سے استوار ہوتا ہے جب تک اس نہج پر کام نہیں کیا جائے گا ۔ اسلامی نظام کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو گا ۔

ان سب باتوں کے باوجود ہماری رائے ہے کہ صدر ضیاء الحق کے سات سالہ عہدِ حکومت کو مجموعی حیثیت سے غنیمت سمجھنا چاہیئے ۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ پاکستان کے پہلے سربراہ ہیں جو باقاعدہ نماز کے پابند ہیں اور وقتاً فوقتاً اس کی تاکید کرتے ہیں بلکہ نظامِ صلوٰۃ جاری کرانے کا عزم کر

مولانا محمد ثناء اللہ عمری، ایم۔ اے، عثمانیہ

سَبَقَتْ اِلَی الْخَیْرَاتْ

مسابقت عربی مصدر ہے۔ معنیٰ ہیں، ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانا، بازی لے جانا۔ یہ لفظ قرآن میں کئی ایک جگہ آیا ہے۔ ایک اور مصدر مسارعت ہے۔ یہ بھی وہی معنیٰ دیتا ہے یعنی جلدی کرنا۔ یہ دونوں لفظ مختلف حالتوں اور صیغوں کے ساتھ لفظ خیرات کے ساتھ بار بار استعمال ہوئے ہیں۔ اس طرح کہیں "سبقت الی الخیرات" کی ترکیب وجود پذیر ہوگئی ہے تو کہیں "سرعت فی الخیرات" کی۔ دونوں ترکیبیں ہم معنیٰ ہیں۔ یعنی ہر قسم کی نیکی اور بھلائی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا، مقابلہ کے جذبہ کے ساتھ سرگرم عمل ہونا۔ واضح رہے کہ یہاں خیرات سے مراد صدقہ (CHARITY) نہیں ہے۔ اور یہ اردو زبان کا ایک نہایت ہی محدود استعمال ہے۔ عربی میں اس کا اطلاق نہایت وسیع ہے۔

قرآن پاک کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف جماعتیں اور افراد اس ہمہ گیر اور جامع وصف سے متصف تھے۔ لہٰذا مجموعۂ اوصاف اور جامع کمالات تھے۔ سلسلۃ الذہب کی ان کڑیوں کو ہم تاریخی ترتیب کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ سورۂ انبیاء میں حضرت ابراہیمؑ، لوطؑ، اسحٰقؑ اور یعقوب علیہم السلام کے اسمائے گرامی کی صراحت کے مابعد یہ آیت آئی ہے۔

وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَیْنَا اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَاءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عَابِدِیْنَ (۷۳)

"اور ہم نے انہیں (انسانوں کی) پیشوائی دی تھی، ہمارے حکم کے مطابق وہ راہ دکھاتے تھے ہم نے ان پر وحی بھیجی کہ ہر طرح کی بھلائی کے کام انجام دیں، نیز نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ اور وہ ہماری بندگی میں لگے رہتے تھے۔"

معلوم ہوا کہ خیرات یعنی اللہ کے تمام اوامر کی انجام دہی سے متعلق یہ وہی حضرت ابراہیمؑ سے ان کے اس سلسلہ نبوت کو پہنچائی گئی جو حضرت یعقوبؑ سے چلا تھا۔ حضرت یعقوبؑ کا لقب اسرائیل تھا۔ چنانچہ ان کی نسل بنی اسرائیل کہلائی اس خانوادے کے ایک پیغمبر حضرت زکریاؑ کے متعلق سورۂ انبیاء ہی میں یہ تصریح ملتی ہے کہ ان کا گھر پورے کا پورا اسی جذبہ سے سرشار اور اسی کے پرتو کا آئینہ دار تھا۔ چنانچہ فرمایا:۔

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَوَهَبْنَا لَهٗ یَحْیٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ اِنَّهُمْ كَانُوْا یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرَاتِ وَیَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا وَكَانُوْا لَنَا خَاشِعِیْنَ (۹۰)

"تو دیکھو! ہم نے اس (زکریا) کی پکار سن لی۔ اسے (ایک فرزند) یحییٰ عطا فرمایا اور اس کی بیوی کو اس کے لئے تندرست کر دیا۔ یہ تمام لوگ نیکی کی راہوں میں سرگرم تھے (ہمارے فضل سے) اُمید لگائے ہوئے اور (ہمارے جلال سے) ڈرتے ہوئے دعائیں مانگتے تھے اور ہمارے آگے عجز و نیاز سے جھکے ہوئے تھے۔

انبیاء و سابقین کے ساتھ قرآن نے اہل کتاب کی حق پرست ہستیوں کے حق میں بھی سبقت الی الخیرات کی شہادت دی ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ اور ان کے رفقاء کے متعلق سورۂ آل عمران میں ارشاد ہے۔

لَیْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ یَّتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّیْلِ وَهُمْ یَسْجُدُوْنَ ○ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ (۱۱۳-۱۱۴)

"یہ بات نہیں ہے کہ تمام اہل کتاب ایک ہی طرح کے ہوں۔ ان میں ایک گروہ ایسے لوگوں کا بھی ہے جو راہِ ہدایت پر قائم ہیں، وہ راتوں کو اٹھ کر خدا کی آیتیں تلاوت کرتے اور اس کے

حضور سر بسجود رہتے ہیں۔ وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر (سچا) ایمان رکھتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ برائی سے روکتے ہیں۔ اور بھلائی کے تمام کاموں میں تیز گام ہیں اور بلاشبہ ان لوگوں میں سے ہیں جو نیک کردار ہیں۔

مندرجہ بالا دو آیتوں میں اہل کتاب کے حق پسند گروہ کے کئی ایک وصف بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ذکر بھی ہے۔ جو امت مسلمہ کی بعثت کا جامع اور مانع نصب العین ہے۔ یہ ایک ایسی تعبیر ہے جس سے سبقت الی الخیرات کا مدعا بھی پورا ہو جاتا ہے لیکن کلام الٰہی نے اس وصف کو خصوصیت کے ساتھ الگ ذکر کیا۔ اس سے مقصود اس حقیقت کی وضاحت ہے کہ یہ صالح افراد نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے پر اکتفار نہیں کرتے بلکہ عملاً خود بھی ہر قسم کی بھلائی کے کاموں میں گوئے سبقت لے جاتے ہیں۔

یہ تو ان یہودیوں کا "ذکر خیر" تھا۔ جو راست باز تھے۔

سورۂ بقرہ کی مندرجہ ذیل آیت میں ان یہودیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو کج رو تھے اور جن پر تحویل قبلہ سے پیدا شدہ صورت حال بڑی شاق گذری تھی۔ اس مقام پر مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ یہودیوں کی ناگواری سے متاثر نہ ہوں۔ نیکی کے کاموں میں آگے رہنے کی کوشش کرتے رہیں چنانچہ فرمایا۔

وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۱۴۸)

"اور (دیکھو) ہر گروہ کے لئے ایک سمت ہے۔ جس کی طرف وہ (عبادت کے وقت) رخ پھیر لیتا ہے (پس یہ کوئی ایسی بات نہیں جسے حق و باطل کا معیار سمجھ لیا جائے۔ اصلی چیز جو مقصود ہے وہ تو نیک عملی ہے) پس نیکیوں کی راہ میں ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش کرو۔ تم جہاں کہیں بھی ہو (یعنی جس جگہ اور جس سمت میں بھی ہو، خدا کی عبادت کرو) خدا تم سب کو پالے گا۔ یقیناً اس کی قدرت سے کوئی بات باہر نہیں"۔

سورۂ مائدہ میں جہاں "شرع اور منہاج" کے اختلاف کا ذکر کیا ہے وہاں بھی بھلائی کے کاموں میں سبقت کرنے کی تلقین کی ہے۔ اور یہ تلقین عام اور عالمگیر ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ (۴۸)

"تم میں سے ہر ایک گروہ کے لئے ہم نے ایک شرع اور منہاج ٹھہرا دی (یعنی مذہبی زندگی کا طور طریقہ ٹھہرا دیا) اگر خدا چاہتا تو تم سب کو ایک امت بنا دیتا (یعنی ایک ہی طرح کی استعداد اور حالت پر پیدا کرتا اور مختلف شریعتوں اور طور طریقوں کا اختلاف پیدا ہی نہ ہوتا) لیکن تم دیکھ رہے ہو کہ اس نے ایسا نہیں کیا۔ اور اس لئے نہیں کیا) تاکہ (جو کچھ تمہاری حالت اور ضرورت کے مطابق وقتاً فوقتاً) تمہیں دیا گیا ہے اس میں تمہیں آزمائے (اور تمہارے لئے طلب و ترقی کی راہیں پیدا ہوں) پس نیکی کی راہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ نکلنے کی کوشش کرو (کہ تمام شریعتوں کا اصل مقصود یہی ہے) تم سب کو بالآخر اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے پھر وہ تمہیں بتلائے گا کہ جن باتوں میں باہم دیگر اختلاف کرتے رہے تھے۔ ان کی حقیقت کیا تھی۔"

یعنی اللہ کا بھیجا ہوا دین در اصل ایک ہی ہے اس کی کلیدی تعلیمات ہر عہد و ہر ملک میں ایک ہی قسم کی رہی ہیں۔ اختلاف جو کچھ پیش آیا وہ شرع و منہاج کا تھا اور مختلف احوال و ظروف کا نتیجہ تھا۔ پس ضرورت اس بات کی ہے کہ اصولی باتوں میں جو تمام تر بھلائی ہی کی باتیں ہیں سبقت کا جذبہ پیدا ہو۔

سورۂ حدید کی مندرجہ ذیل آیت میں بھی یہی بات دہرائی گئی ہے البتہ یہاں "خیرات کی جگہ" "مغفرت" کا لفظ آیا ہے۔ یعنی اسباب مغفرت کی طرف لپکو جو در اصل اعمال صالحہ ہی سے عبارت ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

سَابِقُوا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا کَعَرْضِ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاۗءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (۲۱)

"دوڑو اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین جیسی ہے جو مہیا کی گئی ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہوں۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔"

سورۂ توبہ میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے جانی اور مالی جہاد کے ذریعہ بھلائیوں کا ابدی خزانہ سمیٹ لیا تھا متعلقہ آیت یہ ہے۔

لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاُولٰۗئِکَ لَهُمُ الْخَیْرٰتُ وَاُولٰۗئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۸۸)

"لیکن اللہ کے رسول نے اور انہوں نے جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں اپنے مال سے اور اپنی جانوں سے (راہ حق میں) جہاد کیا۔ یہی لوگ ہیں کہ ان کے لئے نیکیاں ہیں۔ اور یہی ہیں کہ کامیاب ہوئے۔"

سورۂ مومنون میں بھلائیوں کی سبقت کرنے والوں کے بعض اور اوصاف پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۔ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا یُشْرِکُوْنَ وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَاۤ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰی رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰۗئِکَ یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ (۵۷-۶۱)

"جو لوگ اپنے پروردگار کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں۔ جو اپنے پروردگار کی نشانیوں پر یقین رکھتے ہیں جو اپنے پروردگار کے ساتھ کسی ہستی کو شریک نہیں ٹھہراتے جو (اس کی راہ میں) جتنا کچھ دے سکتے ہیں بلا تامل دے دیتے ہیں) اور (پھر بھی) ان کے دل ترساں رہتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے حضور لوٹنا ہے۔ تو بلاشبہ یہ لوگ ہیں جو بھلائیوں کے لئے تیز گام ہیں اور یہی ہیں جو اس راہ میں سب سے آگے نکل جانے والے ہیں"

انہی قرآنی تعلیمات اور ترغیبات کا نتیجہ تھا کہ تاریخ اسلام کے ابتدائی صفحات ایسے روشن دل افراد کے تذکرہ سے مزین ہیں جو نیکیوں کی طرف اس طرح دوڑتے تھے۔ جیسے پانی نشیب کی طرف، پیاسا پانی کی طرف اور بھوکا کھانے کی طرف دوڑتا ہے قرآن نے بھی ان کا ذکر ریکارڈ کر لیا اور انہیں ان کے سبقت الی الخیر کے طبعی اور فطری وصف کی بنا پر نہ صرف یہ کہ سابقین کے نام سے موسوم کیا ہے، بلکہ "اولین" کا اضافہ بھی کیا ہے۔ سورۂ واقعہ میں ہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ اُولٰۗئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۝ (۱۰-۱۲)

"اور آگے والے تو پھر آگے والے ہی ہیں وہی تو مقرب لوگ ہیں۔ نعمت بھری جنتوں میں رہیں گے"

مزید تفصیل سورۂ توبہ میں اس طرح آئی ہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ (۱۰۰)

"اور مہاجرین اور انصار میں جو لوگ سبقت کرنے والے، سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔ اور وہ لوگ جنہوں نے راست بازی کے ساتھ ان کی پیروی کی تو اللہ ان سے خوشنود

---

[1] تقریباً ایسی ہی آیت آل عمران میں بھی آئی ہے (نمبر ۱۳۳)

ہوا، وہ اللہ سے خوشنود ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے (نعیم ابدی کے) باغ تیار کر دیئے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (اور اس لئے وہ خشک ہونے والے نہیں) وہ ہمیشہ اس (نعمت و سرور کی زندگی) میں رہیں گے اور یہ ہے بہت بڑی فیروز مندی!"

سوال یہ ہے کہ ان آیتوں میں سابقین اوّلین سے مراد کون ہیں؟ اس کے جواب میں کئی ایک قول ہیں۔ شہدائے بدر، وہ نمازی جنہیں دونوں قبلوں کی طرف رُخ کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ تمام صحابہ کرام رض۔ البتہ سورۂ واقعہ کی مندرجہ بالا آیت میں سابقون سے انبیاء کرام بھی مراد لئے گئے ہیں۔

سورۂ فاطر کی ایک آیت میں انسانی اعمال کی نوعیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ بقول مولانا ابوالکلام آزاد " فی الحقیقت انسان کے اعمال و اخلاق کی یہ ایک ایسی جامع اور قدرتی تقسیم ہے۔ جس کی صداقت ہر حیثیت اور ہر پہلو سے دیکھی جا سکتی ہے اور نیکی کے کاروبار کا کوئی میدان ایسا نہیں ہے جہاں یہ تین گروہ نظر نہ آتے ہوں۔

بہرحال آیت یہ ہے۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ (۳۲)

" پھر ہم نے (اپنی اس) کتاب کا وارث اپنے بندوں کو قرار دیا جنہیں ہم نے چن لیا۔ پس اس میں ایک گروہ تو احکام الٰہی سے سرتابی کر کے اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے۔ ایک گروہ درمیانی حالت میں ہے اور ایک ایسا بھی ہے کہ خدا کے حکم سے نیکیوں کے کرنے میں آگے بڑھا ہوا ہے۔ سو یہ آخری حالت خدا کا بہت ہی بڑا فضل ہے۔ جو وہ اپنے بندوں پر کرتا ہے "

مطلب یہ ہوا کہ نیکی کی طرف سبقت کرنے والی جماعت تمام جماعتوں سے ممتاز اور فضلِ خداوندی کی مورد ہے۔ مذکورہ بالا تمام آیتوں کا منشاء یہی ہے کہ انسان وقت کی قیمتی متاع ضائع نہ کرے۔ زندگی کی سانسوں کو غنیمت جانے، معاصی کو یک قلم ترک کر دے اور اللہ کی اطاعت اور عبادت سے بے انتہاء شغف و انہماک رکھے۔ نیکی زیادہ سے زیادہ کرے اور سب سے آگے نکل جانے کی کوشش کرے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیتوں میں "خیرات" سے مراد حوریں ہیں اس لئے کہ سورۂ رحمٰن کی ایک آیت فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ (۷۰) میں حوروں کے لئے خیرات کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ بات درست ہے مگر مفہوم بہت ہی محدود ہے۔

دنیا کے ہر میدان اور ہر شعبہ میں انسان کے اندر بازی لے جانے اور ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کا مادہ موجود ہے جب عارضی دنیا کے لئے انسان کی تگ و دو کا یہ حال ہے تو ظاہر ہے کہ دائمی زندگی کی کامیابی و کامرانی کے لیے بھی انسان کو اسی جذبہ اور اخوت سے کام لینا چاہیئے ؎

جو خود بڑھ کر اٹھا لے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے

اسی سلسلہ کی ایک آیت میں یہ بات بھی واضح کر دی ہے کہ دنیوی نعمتوں کی فراوانی اخروی بھلائی کی گارنٹی نہیں ہے۔ یہ راہیں ایک دوسرے سے الگ واقع ہوئی ہیں۔ چنانچہ سورۂ مومنون میں ہے۔

اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ (۵۶،۵۵)

" کیا یہ لوگ خیال کرتے ہیں، ہم مال اور اولاد (کی فراوانی) سے اس لئے ان کی امداد کر رہے ہیں کہ بھلائی پہنچانے میں سرگرمی دکھائیں؟ نہیں (حقیقتِ حال دوسری ہی ہے مگر) وہ شعور نہیں رکھتے " (مجلہ اہل حدیث شکرادہ۔ بھارت، ۷ نومبر ۸۴ء)

خط لکھتے وقت

خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں

تحریر: حشمت اللہ۔ کراچی

اتحادِ ملّت و علماءِ کرام

مشہور مستشرق پروفیسر ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ نے مسیحیت کے زوال کے وقت مسیحی فرقوں اور علماء کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "ایک فرقہ دوسرے فرقہ کا مخالف تھا اور مسیحی علماء ایک دوسرے کے ساتھ دینی عقائد کے نہایت دقیق مسائل پر لڑ رہے تھے اور مذہبی اختلافات کی خرابیاں اس قدر بڑھ چکی تھیں کہ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کے زیر ہونے سے خوش ہوتا تھا۔ بہت سے ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کے ایمان کو ان مسلسل مباحثوں نے متزلزل کر دیا گیا ہو گا۔ لہٰذا یہ امر باعث تعجب نہیں کہ ہزاروں لوگوں نے ان متواتر مباحثوں سے پریشان و بیزار ہو کر توحید الٰہی کے سیدھے سادے عقیدہ میں پناہ لی۔" (از دعوت اسلام ترجمہ پریچنگ آف اسلام ص ۴۹، بحوالہ لاطینی عیسائیت کی تاریخ ج ۲ ص ۲۶)

آج ہم ملت اسلامیہ کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو مسلمانوں کے زوال و پستی میں بھی یہی کچھ اسباب نظر آئیں گے جن کو کہ پروفیسر آرنلڈ نے مسیحی قوم کے زوال کا باعث گردانا ہے۔ اندلس، سقوط بغداد، مغلیہ سلطنت کا زوال اور سقوط ڈھاکہ میں مسلم امت کے مذہبی انتشار و تفرقہ بازی، سیاسی افراتفری، تعصب و منافرت اور غداری و منافقت کی ایک دلخراش داستان پنہاں ہے۔ جامع مسجد قرطبہ کے محراب و منبر، بغداد کی علمی جلالت قدر اور مغلیہ سلطنت کی بھولی بسری یادگاریں آج بھی مسلمانوں کی عظمت رفتہ کا منہ بولتا ثبوت ہیں لیکن مسلمانوں کی باہمی نا اتفاقی و انتشار کے باعث مسلمانوں کی شان و شوکت کی یہ منہ بولتی یادگاریں اور سنہری ادوار کی تاریخی روایتیں آج تاریخ کی گم گشتہ داستانوں تک محدود ہو کر رہ گئی ہیں۔ جن کا تذکرہ آج بھی خون کے آنسو رلاتا ہے لیکن حقیقت و تاریخ کا انکار ناممکن ہے۔

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
اگر دم در کشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

قوموں کا عروج و زوال ایک قدرتی عمل ہے جو کہ ان کی اصلاح احوال کے لئے قدرت کی طرف سے ایک موقعہ فراہم کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے فکر و بصیرت رکھنے والی قومیں تاریخ کے اتار چڑھاؤ سے عبرت حاصل کرتی ہیں اور وہی قومیں تاریخ میں زندۂ جاوید رہتی ہیں جو اپنے ماضی کو اپنی اصلاح کا ذریعہ بناتی ہیں اور مسلسل جدوجہد کر کے ترقی و کامرانی کی منزل سے ہمکنار ہوتی ہیں۔ تاریخ میں ایسی قوموں کا ذکر موجود ہے جو زوال پذیر تھیں لیکن انہوں نے اپنی اصلاح کی اور جلد ہی اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر لیا اور وہ ایک مرتبہ پھر بام عروج پر پہنچ گئیں لیکن جب ہم دیگر ترقی یافتہ قوموں کے مقابلے میں مسلم قوم کی حالت کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں اس ضمن میں مایوسی و ناکامی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا ہم دیکھ رہے ہیں کہ روز بروز غفلت و بے حسی کے باعث اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کرنے کے بجائے یہ قوم مزید کچھ گنوا بیٹھی ہے۔ ہمارا مذہبی، ملی و قومی احساس ختم ہوتا جا رہا ہے ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

مسلم امت کا مقام و مرتبہ پچھلی تمام امتوں اور قوموں سے بلند و بالا دکھایا گیا ہے۔ اسے خیر الامم اور امت وسط کے نام سے پکارا گیا ہے۔ اس کی رہنمائی و ہدایت کے لئے براہ راست اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن مجید) کو نازل فرمایا۔ اور اسے صحیح راستہ دکھانے کے لئے خاتم النبیین ہادیٔ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تاکہ دین حق (اللہ کی شریعت) اس امت کے ذریعے تمام ادیان پر غالب کر دیا جائے۔ اسے دوسری قوموں کے لئے مینارۂ نور کی حیثیت دی گئی قرآن میں اس کی کامرانی و کامیابی کی بشارت دی گئی اور دنیا کی دیگر قوموں کی امامت کرنے کی نوید سنائی گئی۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

لیکن آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ جس قوم کے ذمے دنیا کی امامت کرنے کا فریضہ عائد ہوتا تھا وہ خود سیاسی، معاشرتی،

اقتصادی اور دفاعی لحاظ سے غیر اقوام کی دست نگر بنتی جارہی ہے اس کا شیرازہ منتشر ہے آج کثرت تعداد کے باوجود اس کے مقدس مقامات غیر مسلموں کے قبضے میں ہیں دنیا کے ہر ملک میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں غیر مسلموں کے ہاتھوں ظلم وستم کا شکار ہو رہے ہیں آج ان کے وجود کو چاروں طرف سے خطرہ لاحق ہے پوری مسلم قوم کو طرح طرح کے مسائل ومشکلات کا سامنا ہے۔ امت مسلمہ کی اس ذلت وپستی اور زبوں حالی کی آخر کیا وجوہات ہیں کیا کبھی ہم نے غور وفکر کیا کہ ہماری دینی، ملی و قومی حالت کی اس صورتِ حال پر پہنچے ہیں۔ کون کون سی لغزشیں ہیں جو کہ ہم سے صادر ہوتی رہیں اگر ہم اپنے ماضی کی تاریخ و واقعات کی روشنی میں اس کا جواب ڈھونڈھیں تو اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہماری اس پستی و ذلت اور زبوں حالی کی اصل وجہ قرآن کے احکامات و فرامین کو پس پشت ڈالنا اور باہمی انتشار و افتراق میں مبتلا ہوتا ہے۔

چنانچہ مسلم اتحاد کے عظیم داعی علامہ سید جمال الدین افغانی رح فرماتے ہیں کہ:۔

" ان لوگوں نے اللہ تعالےٰ کے حکم کو پس پشت ڈالا، دشمن ان کے دروازوں پر کھڑا تھا اور یہ اختلاف کی آگ میں جل رہے تھے، مسلمانوں کی اس غفلت اور افتراق سے قوت ضعف میں بدل گئی۔ نظام درہم برہم ہو گیا، فکر کی وحدت پارہ پارہ ہو گئی۔ مادی قوت ریزہ ریزہ ہو گئی (از مقالات افغانی، ترجمہ عربی)

؎ وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

ہمیں قرآن نے کامیابی و کامرانی کا عظیم نکتہ باہمی اتحاد و اتفاق بتایا تھا اور حکم دیا گیا تھا کہ:۔

ترجمہ:۔ "اللہ کی رسی (دین) کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور تفرقہ نہ ڈالو" (القرآن)

کیونکہ پچھلی قومیں اللہ کے دین میں جھگڑے اور خصومت اور باہمی اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوگئیں۔ فرقہ بندی کی سختی سے ممانعت کی گئی اور اس کے تباہ کن نتائج سے آگاہ کرتے ہوئے کہا گیا کہ:۔

(ترجمہ) " خبردار! تفرقہ (جھگڑا) نہ پیدا کرو ورنہ تمہاری قوت جاتی رہے گی" (القرآن)

اگر دنیاوی و اخروی کامیابی و نجات چاہتے ہو تو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور آپس میں اتحاد و اتفاق پیدا کرو اور بھائی بھائی بن کر رہو اور ایک امتِ واحدہ کی شکل اختیار کرلو، تاکہ تم اللہ کی رحمت و نصرت کے مستحق بن سکو ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

لیکن آج قرآن کی ان واضح ہدایات و احکامات کے برخلاف ہم افتراق و انتشار کی لعنت میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ایک خدا، ایک رسولؐ اور ایک قرآن کے ہوتے ہوئے ہمارے اندر لاتعداد فرقے، گروہ اور دھڑے موجود ہیں۔ ہم ذات، برادری کی تفریق میں مبتلا ہیں۔ جن برائیوں کو امت کے زوال اور ترقی کی راہ میں رکاوٹ بتایا گیا ہے وہ برائیاں ہم میں بدرجہ اتم موجود ہیں ؎

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

ہمارے علمائے امت جو کہ وارثانِ انبیاء اور حاملانِ محراب و منبر کہلاتے ہیں، امت میں جن کا مقام قابلِ احترام ہے ان کی اکثریت دنیاداری میں ملوث ہوتی جارہی ہے۔ ان میں تقویٰ و دیانت کی جگہ مادی خواہشات نے لے لی ہے جس کی وجہ سے وہ مسلمانوں میں اسلام کے اصولوں اور ہدایات کے مطابق اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کے بجائے افتراق و انتشار پیدا کر رہے ہیں۔ معمولی و فروعی نوعیت کے دینی مسائل کو عوام الناس میں اسلام کے اصل اور بنیادی مسائل بنا کر پیش کیا جارہا ہے۔ عام مسلمانوں میں مذہب کی بنیاد پر تفریق پیدا کی جارہی ہے۔ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کی تحقیر و تکفیر کر رہا ہے اور کتاب و سنت کی بنیاد پر مسلمانوں میں یکجہتی و اخوت پھیلانے کے بجائے فرقہ وارانہ منافرت کو ہوا دی جارہی ہے۔ اس طرح ہمارے معزز و محترم علمائے کرام

اپنی صلاحیتوں اور قوتوں کو باہمی اختلاف و انتشار میں ضائع کر رہے ہیں
اس قسم کے علماء کرام کا نقشہ مولانا حالی نے بڑے دکھ کے ساتھ
یوں کھینچا ہے ؎

بڑھے جس سے نفرت وہ تحریر کرنی
جگر جس سے شق ہو وہ تقریر کرنی
گنہگار بندوں کی تحقیر کرنی
مسلمان بھائی کی تکفیر کرنی
یہ ہے عالموں کا ہمارے طریقہ
یہ ہے ہادیوں کا ہمارے سلیقہ

ہمارے علماء کرام کی ان سرگرمیوں کی باعث ملک کی مذہبی فضا آئے دن مکدر ہوتی رہتی ہے (جس کا ثبوت بادشاہی مسجد لاہور میں ایک ہی فقہ کے پیروکار دو فرقوں کے مابین مذہبی تصادم کے حالیہ افسوسناک سانحے کا رونما ہونا ہے) علماء کرام کے اس طرز عمل کا مظاہرہ بیرون ملک بھی اکثر و بیشتر دیکھنے میں آتا ہے اور باہمی مذہبی تفرقہ بازی و منافرت کی باعث وہاں کی مساجد بھی محفوظ نہیں۔ وہاں بھی غیر مسلم انتظامیہ کو مساجد میں تالے ڈالنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اخبارات میں اس نوعیت کی خبروں سے غیر مسلموں کی نظر میں اسلام اور پاکستان کی رسوائی ہوتی ہے۔ اور یہ بات خود اسلام اور پاکستان کا درد رکھنے والے مسلمان کے لئے انتہائی دکھ اور شرم کا باعث ہے۔ لیکن افسوس کہ ہمارے ان علماء کرام کو اپنی ذمہ داریوں اور مقام و مرتبہ کا احساس نہیں۔ اور وہ عوام کو انہی خلاف اسلام اور بے مقصد باتوں میں الجھا کر ملک و ملت کو روحانی و اخلاقی اعتبار سے کمزور کر رہے ہیں (باقی)

بقیہ: اداریہ

رکھا ہے۔ ایسے اوصاف کا حامل بظاہر حالات موجودہ میں سیاسی لوگوں میں دکھائی نہیں دیتا۔ ان وجوہ سے ہم سمجھتے ہیں کہ منتخب اسمبلی کی راہ نمائی اور موجودہ سیاسی حالات کا تقاضا ہے کہ صدر صاحب کو آئندہ بھی صدر رہنے دینا مناسب اور مفید رہے گا۔ انشاء اللہ!!

مولانا عبدالرحمن عزیز ۔ الٰہ آباد

مسنون ڈاڑھی

محترم محمد منصور الزماں صاحب صدیقی آف کراچی کا ایک رسالہ بنام "ولیمہ کا مسنون طریقہ" نظر سے گزرا۔ فاضل محترم نے رسالہ مذکور کے صفحہ ۴ پر بعنوان "شرطِ نیت" تحریر فرمایا ہے کہ:۔

مثال کے طور پر ڈاڑھی کا مسئلہ ہے اس کی سنت یہ ہے کہ ٹھوڑی کے نیچے چار انگشت سے کچھ زائد بال ہوں۔ لبوں کے بال کترے ہوئے ہوں۔ یہ ڈاڑھی سنتِ مبارکہ کے مطابق اور مسنون ہے۔ انتہی بلفظہ (ولیمہ کا مسنون طریقہ صفحہ ۴)

اگر صدیقی صاحب اس فعل کو اپنے مذہب تک ہی محدود رکھتے تو چنداں افسوس نہ تھا مگر جب انہوں نے مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا الحدیث کو نظر انداز کرکے اس فعل کو نبی علیہ السلام کی طرف منسوب کیا اور چار انگشت ڈاڑھی کو نبی علیہ السلام کی سنت قرار دیا تو بفرمانِ نبوی مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا الحدیث کے تحت اور كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ کے پیشِ نظر حقیقت کو قارئین کے سامنے پیش کرنا ہمارا اولین فرض تھا۔

محترم صدیقی صاحب کو یہ غلط فہمی غالباً فتاویٰ عالمگیری اور نہایہ کی بے سند عبارت سے پیدا ہوئی جو علی الترتیب مندرجہ ذیل ہے۔

وَالْقَصُّ سُنَّةٌ فِيهَا وَهُوَ أَنْ يَقْبِضَ الرَّجُلُ لِحْيَتَهُ فَإِنْ زَادَ مِنْهَا عَلَى قَبْضَةٍ قَطَعَهُ كَذَا ذُكِرَ فِي كِتَابِ الْآثَارِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ (عالمگیری) "ڈاڑھی کترنا مسنون ہے اور اس کا اندازہ یہ ہے کہ آدمی اپنی ڈاڑھی کو مٹھی سے پکڑے اگر مٹھی سے زائد ہو تو اس کو کتر دے۔ کتاب الآثار (لامام محمدؒ) میں امام ابوحنیفہؒ سے اسی طرح منقول ہے۔"

(۲) اَللِّحْيَةُ عِنْدَنَا بِقَدْرِ الْقَبْضَةِ وَمَا زَادَ عَلَى ذَالِكَ يَجِبُ قَطْعُهُ هٰكَذَا عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم أَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ طُولِهَا وَعَرْضِهَا (نہایہ) "ہمارے نزدیک ڈاڑھی بڑھانا ایک مشت کی مقدار تک ہے اور جو اس سے زائد ہو، اس کا کاٹنا واجب ہے کیونکہ نبی علیہ السلام بھی اپنی ڈاڑھی کے طول و عرض سے لے لیا کرتے تھے۔"

ممکن ہے صاحب نہایہ نے جامع ترمذی کی غریب حدیث سے استنباط کیا ہو جو باسناد یوں ہے:۔

حدثنا هناد نا عمر بن هارون عن اسامة بن زيد عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ مِنْ عَرْضِهَا وَطُولِهَا هٰذَا حديث غريبٌ (جامع ترمذی صفحہ ۳۳۲) "عمرو بن شعیب اپنے باپ وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ڈاڑھی کے طول و عرض سے بال لے لیا کرتے تھے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث غریب ہے۔"

جامع ترمذی کی روایت سنداً ضعیف اور ناقابلِ حجت ہے حالانکہ یہ روایت مختلف فیہ ہے اس کی حجت میں محدثین کا اختلاف ہے جیسا کہ نیل الاوطار میں ہے کہ فِي رِوَايَةِ عمرو بن شُعَيْب عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ مَقَالٌ مَعْرُوفٌ عِنْدَ الْمُحَدِّثِيْنَ صفحہ ۱۱۷ ج ۱ "عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت میں محدثین کی گفتگو مشہور ہے۔"

امام ترمذی فرماتے ہیں:۔ وَمَنْ تَكَلَّمَ فِي حَدِيثِ عمرو بن شعيب إِنَّمَا ضَعَّفَهُ لِأَنَّهُ يُحَدِّثُ مِنْ صَحِيفَةِ جَدِّهِ كَأَنَّهُمْ رَأَوْا أَنَّهُ لَمْ يَسْمَعْ هٰذِهِ الْأَحَادِيثَ مِنْ جَدِّهِ قَالَ علی بن عبد الله ذُكِرَ عَنْ يَحْيَى بن سعيدٍ

اَنَّهٗ قَالَ حَدِیْثُ عَمْرِوبْنِ شُعَیْبٍ عِنْدَنَا وَاهٍ
ترمذی ۔ " عمرو بن شعیب کے ضعف کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے
دادا کے صحیفہ سے روایت کرتا ہے ۔ اور ان احادیث کو اس نے
اپنے دادا سے سنا نہیں ، چنانچہ علی بن عبداللہ المدینی نے امام یحییٰ بن
سعید سے ذکر کیا ہے کہ عمرو بن شعیب کی حدیث ہمارے نزدیک
انتہائی کمزور ہے "

عمرو بن شعیب کی روایت کے بارے میں صحیح ترین قول
عون المعبود شرح ابی داؤد میں ہے ۔ قَدِ اخْتُلِفَ فِی
الْاِحْتِجَاجِ بِرِوَایَةِ عَمْرِوبْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ
عَنْ جَدِّهٖ اَصَحُّ الْاَقْوَالِ اِنَّهَا حُجَّةٌ مُطْلَقًا
اِذَا صَحَّ السَّنَدُ اِلَیْهِ قَالَ ابْنُ الصَّلَاحِ وَ
هُوَ قَوْلُ اَکْثَرِ اَهْلِ الْحَدِیْثِ ۔ یعنی " عمرو بن
شعیب کی روایت کے حجت ہونے میں محدثین کا اختلاف ہے
(بعض اس کو ضعیف کہتے ہیں اور بعض قابل حجت تسلیم کرتے ہیں)
اصح قول یہی ہے کہ وہ مطلقاً حجت ہے بشرطیکہ باقی سند صحیح
ہو ۔ اکثر اہل حدیث کا یہی قول ہے "

اب محدثین کے اس اصح قول میں یہ قید مذکور ہے کہ عمرو بن
شعیب عن ابیہ عن جدہ کی حدیث اس وقت حجت ہوگی جب کہ
اس کی باقی سند صحیح ہو ۔ بصورت دیگر بالاتفاق محدثین مردود ہوگی
چنانچہ اس حدیث کی سند کا بھی یہی حال ہے ۔ اس حدیث میں
ایک راوی عمر بن ہارون بن یزید الثقفی ہے جو متروک ، کذاب
ہے ۔ چنانچہ تقریب التہذیب میں ہے ۔ عُمَرُ بْنُ هَارُوْنَ
بْنِ یَزِیْدَ الثَّقَفِیُّ مَوْلَاهُمُ الْبَلْخِیُّ مَتْرُوْكٌ وَکَانَ
حَافِظًا (ص ۳۸۸) " عمر بن ہارون متروک ہے ۔ ویسے وہ حافظ
تھا " (۲) امام ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں عمر بن ہارون کے
متعلق لکھا ہے کہ ابن مہدیؒ ، امام احمدؒ ، امام نسائیؒ اور ابو علیؒ
نیشاپوری نے متروک الحدیث ۔ یحییٰ بن سعیدؒ نے کذاب خبیث ،
امام ابوداؤدؒ نے غَیْرُ ثِقَةٍ ، امام دارقطنیؒ نے ضَعِیْفٌ
جدًّا ۔ امام علی بن مدینی نے انتہائی کمزور ، زکریا ساجی نے
فِیْهِ ضُعْفٌ اور امام صالح بن محمدؒ نے کذاب قرار دیا ہے ۔
(۳) تہذیب التہذیب میں ہے کہ امام یحییٰ بن سعید نے فرمایا کہ
لوگوں نے اس سے ایک بہت بڑی کتاب لکھی تَتَرَکُوْا حَدِیْثَهٗ
ص ۵۰۲ ج ۷ ۔ (۴) امام بخاریؒ نے فرمایا کہ یحییٰ بن معین نے
عمر بن ہارون میں کلام کیا ہے (۵) حافظ ابن حجر فتح الباری
میں رقمطراز ہیں ۔ قَدْ ضَعَّفَ عُمَرَ بْنَ هَارُوْنَ
مُطْلَقًا جَمَاعَةٌ (ص ۲۸۸ ۔ ج ۱۰) " عمر بن ہارون
کو محدثین کی ایک جماعت نے مطلقاً ضعیف قرار دیا ہے (۶)
زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں ہے ۔ قَالَ الذَّهَبِیُّ
ضَعَّفُوْهُ (ص ۳۱۲ ج ۴) " امام ذہبیؒ نے فرمایا کہ عمر بن
ہارون کو محدثین نے ضعیف کہا ہے " (۷) ابن ابی خیثمہ فرماتے
ہیں کہ ابن معین نے عمر بن ہارون کو لَیْسَ بِشَیْءٍ کہا ہے (۸)
تحفۃ الاحوذی میں ہے کہ وَهُوَ حَدِیْثٌ ضَعِیْفٌ لِاَنَّ
مَدَارَهٗ عَلٰی عُمَرَ بْنِ هَارُوْنَ وَهُوَ مَتْرُوْكٌ
" عمرو بن شعیب کی حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث کا
دارو مدار عمر بن ہارون پر ہے اور وہ متروک ہے " (۹) قانون
الموضوعات والضعفاء میں ہے عمر بن ہارون
تَرَکَهٗ جَمَاعَةٌ وَکَذَّبَهٗ ابْنُ مَعِیْنٍ
(ص ۲۸۲) (۱۰) ابن جنید رازی فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن
معین سے سنا وہ فرماتے تھے کہ عمر بن ہارون کذاب ہے ۔ ایک
دفعہ مکہ میں آیا اور جعفر بن محمد سے حدیث بیان کرنے لگا حالانکہ وہ
فوت ہوچکا تھا ۔

ترمذی کی زیر بحث روایت قرآن کریم اور حدیث سے
متعارض ہے ۔ پھر عمرو بن شعیب کی حدیث میں تعارض پایا جاتا
ہے (۱) قرآن کریم میں اللہ کریم نے اٹھارہ اولوالعزم پیغمبروں کا
ذکر فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ۔ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ
کہ " ان کی راہ ہدایت کی پیروی کرو " (سورہ انعام ع ۱۰) ۔ ان میں
حضرت موسیٰ کے بھائی حضرت ہارون علیہما السلام بھی ہیں ۔
تفسیر ابن کثیر میں زیر حدیث معراج مذکور ہے کہ پھر ہم

خوبصورت انداز پر چہرے تو میری ملاقات حضرت ہارون سے ہوئی ۔ صَفٌّ لِحْيَتِهٖ بَيْضَاءُ وَنِصْفُهَا سَوْدَاءُ تَكَادُ لِحْيَتُهٗ تُصِيْبُ سُرَّتَهٗ مِنْ طُوْلِهَا ۔" آپ کی نصف داڑھی سفید تھی اور نصف سیاہ اور اتنی لمبی تھی کہ ناف تک پہنچتی تھی ۔"

دُرِّ منثور میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تمام بہشتی لوگ بغیر داڑھی مونچھ کے ہوں گے ۔ حضرت موسیٰ بن عمران کی داڑھی ہوگی جو ناف تک ہوگی (در منثور ص ۶۲) حضرت ہود کی داڑھی طبعی طور پر لمبی تھی (عینی شرح بخاری)

داڑھی انبیاء کی سنت ہے

ان روایات سے ثابت ہے کہ لمبی داڑھی رکھنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے ۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ظاہر ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ۔ عَشْرٌ مِّنَ الْفِطْرَةِ اَیْ مِنْ سُنَّةِ الْاَنْبِيَاءِ الَّذِيْنَ اُمِرْنَا اَنْ نَقْتَدِیَ بِهِمْ وَهِیَ مِنْ اَحْكَامِ الدِّيْنِ وَعَلَامَةِ الْاِسْلَامِ قَصُّ الشَّارِبِ وَاِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ الحدیث (احمد مسلم ۔ ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ نسائی ص ۲۲۳) " دس امور انبیاء کی سنت ہیں جو احکام دین اور علامات اسلام کہلاتے ہیں اور ہمیں ان کی اقتدا کرنے کا حکم ہے مونچھیں کترانا اور داڑھی بڑھانا ۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی داڑھی مبارک سے متعلق کئی احادیث وارد ہیں ۔ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَظِيْمَ اللِّحْيَةِ (نیل الاوطار ص ۱۳۶) كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثَّ اللِّحْيَةِ (شمائل ترمذی) کتاب الشفاء لقاضی عیاض میں ہے كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثَّ اللِّحْيَةِ تَمْلَاُ صَدْرَهٗ ۔ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيْرَ شَعْرِ اللِّحْيَةِ (صحیح مسلم) خلاصہ یہ ہے کہ آپ کی داڑھی مبارک کے بال بہت گھنے اور لمبے تھے جو سینہ کو ڈھانپے ہوئے تھے ۔

فرمودات نبوی

اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین داڑھی کے متعلق سماعت فرمائیں ۔

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جُزُّوا الشَّوَارِبَ وَاَرْخُوا اللُّحٰی خَالِفُوا الْمَجُوْسَ ۔ " حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا مونچھوں کو کاٹو ۔ داڑھی کو بڑھاؤ ۔ مجوسیوں کی مخالفت کرو ۔" (مسلم)

(۲) ترمذی میں ہے کہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ بِاِحْفَاءِ الشَّوَارِبِ وَاِعْفَاءِ اللِّحْيَةِ " نبی علیہ السلام نے حکم دیا کہ مونچھیں صاف کرو اور داڑھی بڑھاؤ ۔"

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ۔ خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ اَوْفِرُوا اللُّحٰی وَاَحْفُوا الشَّوَارِبَ ۔ " داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں منڈاؤ اور مشرکین کی مخالفت کرو ۔" ایک روایت میں ہے ۔ اَنْهِكُوا الشَّوَارِبَ وَاَعْفُوا اللُّحٰی (بخاری مسلم بحوالہ نسائی ص ۲۳۶) " مونچھیں جڑ سے نکال دو اور داڑھی بڑھاؤ ۔"

(۵) نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ہمیں داڑھی بڑھانے کا حکم دیا ۔ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِعْفَاءِ اللِّحْيَةِ (صحیح مسلم) (مشتے از خروارے)

اور جو لوگ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ قبضے سے زائد بال کٹواتے تھے تو وہاں حج و عمرہ کی صراحت موجود ہے ۔ كَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا حَجَّ اَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰی لِحْيَتِهٖ فَمَا فَضَلَ اَخَذَهٗ (بخاری شریف ص ۸۷۵ ج ۲)

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

احکام و مسائل

مولانا محمد عبید اللہ عفیف ، صدر مدرس دار الحدیث چینیانوالی ۔ لاہور

زبانی طلاقِ ثلاثہ کے بعد رجوع ہو سکتا ہے یا نہیں؟

سوال

گذارش ہے کہ میری لڑکی ماہ اگست کے شروع میں کچھ ناچاقی کی وجہ سے سسرال سے میرے گھر آگئی تھی ۔ مورخہ ۲۴-۸-۸۴ کو میرا داماد میرے گھر آیا اور اس نے میری لڑکی سے واپس گھر جانے کا مطالبہ کیا ۔ میری لڑکی نے دو چار روز بعد آنے کا کہا تو اس نے کہا کہ اگر ابھی میرے ساتھ نہ گئی تو میری طرف سے تمہیں طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے اور چلا گیا اور جاتے جاتے یہ بھی کہا کہ زبانی طلاق میں دے کر جا رہا ہوں ۔ تحریری طور پر جب تو چاہے گی عدالت میں یا یونین کونسل میں لے لینا ۔ لیکن اب وہ آدمیوں کو صلح کے لئے بھیجتا ہے ۔ آپ سے استفسار ہے کہ آیا طلاق ہو چکی ہے یا اس میں کوئی کمی ہے فتوے دے کر مشکور فرمائیں ۔ نوازش ہوگی ۔ (سائل ۔ ملک محمود غزنوی ولد ملک محمد حسین چوہٹہ مفتی باقر اندرون دہلی گیٹ ۔ لاہور)

جواب

بشرطِ صحت سوال واضح ہو کہ صورت مسؤلہ میں بالاتفاق طلاق واقع ہو چکی ہے اس میں کسی اہل حدیث یا حنفی مفتی کو اختلاف نہیں ۔ تاہم یہ اختلاف ضرور ہے کہ اہل حدیث کے نزدیک صورت مسؤلہ میں ایک رجعی طلاق واقع ہوئی ہے جب کہ احناف کے نزدیک تینوں طلاقیں واقع ہو چکی ہیں ۔ یعنی طلاق مغلظہ بائنہ پڑ چکی ہے ۔ اب رجوع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جب کہ اہل حدیث کے نزدیک ایک رجعی طلاق واقع ہوئی ہے لہٰذا عدت کے اندر رجوع شرعاً جائز ہے ۔ بہر حال طلاق زبانی ہو یا تحریری دونوں صورتوں میں واقع ہو جاتی ہے ۔ چنانچہ صحیح البخاری وغیرہ میں ہے ۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ اِنَّ اللہ تعالٰی تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِیْ مَا حَدَّثَتْ بِهٖ اَنْفُسَهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ اَوْ تَتَكَلَّمْ وَقَالَ قَتَادَۃُ اِذَا طَلَّقَ فِیْ نَفْسِهٖ فَلَیْسَ بِشَیْءٍ ۔ صحیح البخاری باب الطلاق فی الاغلاق والکرہ والسکران الخ ج ۲ ص ۷۹۳-۷۹۴ و تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۲۱۵ و نیل الاوطار ج ۶ ص ۲۷۴ ۔

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالٰے نے میری اُمت سے دل کے خیالات کا محاسبہ معاف کر دیا ہے ۔ جب تک ان پر عمل نہ کرے یا بول کر بیان نہ کرے ۔

اس صحیح حدیث سے واضح ہوا کہ جس طرح تحریری طلاق واقع ہو جاتی ہے ۔ اسی طرح زبانی طلاق بھی بلا شبہ واقع ہو جاتی ہے ۔ اور کتاب و سنت میں یہ کہیں نہیں آتا کہ زبانی طلاق واقع نہیں ہوتی ۔ چنانچہ شیخ الکل فی الکل سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی نے فتاویٰ نذیریہ ج ۳ ص ۳۷، ۴۴ میں ، مفتی عزیز دیوبندی حنفی نے عزیز الفتاوی ج ۱ ص ۴۹۸ اور مفتی محمد شفیع کراچوی نے اپنے فتاوی امداد المفتین ص ۸۵۶ میں زبانی طلاق واقع ہو جانے کی تصریح فرمائی ہے ۔

فیصلہ :۔ صورت مسؤلہ میں بلا شبہ طلاق شرعاً واقع

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

تحریر: سید جلال الدین عمری

جہیز کا بحران

جہیز! کتنا بھیانک ہے یہ لفظ! کبھی لفظ صوتی لحاظ سے بھیانک ہوتا ہے اور کبھی معنیٰ کے لحاظ سے۔ غالباً یہاں دوسری صورت ہے۔ جہیز کے لفظ کو اس تصوّر نے بھیانک بنا دیا ہے جو اس کے ساتھ وابستہ ہے۔ لفظ پر زمانے کے اثرات بھی پڑتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ماضی میں جہیز، نئے رشتہ کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کا محض ایک ذریعہ ہو۔ اور اس کے ذکر سے اخوّت اور محبت کے جذبات اُبھرتے ہوں۔ یا کم از کم وہ اتنا بھیانک نہ رہا ہو جتنا آج ہے۔ اب اس نے بہرحال بڑی خوفناک شکل اختیار کر لی ہے۔

آج ماں باپ کی ذمہ داری صرف یہی نہیں ہے کہ لڑکی کی پرورش کریں، اسے تعلیم دیں، اس کی دینی و اخلاقی تربیت کریں، اسے گھر گرہستی کے آداب و اطوار اور تہذیب و سلیقہ سکھائیں۔ اس کے لئے رشتہ تلاش کریں اور دستور کے مطابق کسی شریف آدمی کے نکاح میں اپنی لختِ جگر کو دے کر اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائیں بلکہ یہ بھی ان کی ذمہ داری ہے اور بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ جس لڑکے کو انہوں نے اپنی لڑکی کے لئے منتخب کیا ہے اس کے وہ مطالبات بھی پورے کریں جنہیں شاید وہ خود بھی پورے نہیں کر سکتا۔ ان مطالبات کی فہرست اتنی طویل اور اتنی متنوع ہوتی ہے کہ اس میں نقد کے علاوہ دولھا کے شایانِ شان خلعت اور جوڑا، گھڑی، سائیکل، سکوٹر، کار، ریڈیو، ٹیلی ویژن وغیرہ دنیا بھر کی چیزیں آ جاتی ہیں۔ یہ فہرست حسبِ حالات مختصر بھی ہو سکتی ہے اور طویل بھی۔ بہرحال یہی وہ زرّیں موقع ہوتا ہے جب کہ دولھا میاں اپنے حوصلے اور تمنائیں پوری کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔

اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ لڑکی کو مطلا بہ زیورات سے آراستہ کیا جائے اور اسے اتنے ساز و سامان کے ساتھ رخصت کیا جائے کہ آدمی کی قسمت جاگ اٹھے اور گھر پیچ پیچ نگار خانہ بن جائے۔ لڑکی کو دیئے جانے والے اس مال و اسباب کی قیمت تو متعین نہیں ہے۔ البتہ اتنی بات طے ہے کہ اسے لڑکی والے کی حیثیت سے بہرحال زیادہ ہونا چاہیئے۔

ہوسِ زر اس قدر بڑھ گئی ہے کہ لڑکی کی شکل و صورت، تعلیم و تربیت اور دین و اخلاق سب کچھ اس کے مقابلہ میں پیچھے رہ گئے ہیں۔ سب سے پہلے چیز جو دیکھی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ لڑکی کتنی دولت اپنے ساتھ لا سکتی ہے۔ حسن و جمال ہی کی نہیں دین و اخلاق کی بھی اس قدر توہین شاید ہی دنیا نے کبھی دیکھی ہو۔ دولت نے ہر اعلیٰ قدر کو شکست دے رکھی ہے شکست فاش!

جہیز سوسائٹی میں آدمی کی حیثیت ہی کا نہیں عزت و شرافت کا بھی معیار ہے جو شخص جہیز کے نام پر جتنی زیادہ رقم خرچ کر سکے۔ وہ کم حیثیت اور فرومایہ ہے وہ اپنی لڑکی کے لئے کسی موزوں اور معقول رشتہ کی توقع نہیں کر سکتا۔ اگر کسی نے اپنی ایک لڑکی کے ساتھ یہ زیادتی کی کہ بغیر جہیز کے اسے رخصت کر دیا تو اس کی دوسری لڑکیوں کا خدا ہی حافظ۔ اب اسے آسانی سے رشتے مل نہیں سکتے۔ اس طرح کے کنجوس یا کنگال کے گھر آنا ظاہر ہے کون پسند کرے گا؟

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بہت سی لڑکیاں لمبی لمبی عمر تک محض اس لئے بیٹھی رہتی ہیں کہ بدقسمتی سے وہ ایسے ماں باپ کے گھر پیدا ہو گئیں جو ان کے لئے جہیز فراہم نہیں کر سکتے۔ ان میں کتنی ہی مظلوم اور بے زبان زندگی بھر کنواری رہ جاتی ہیں۔ کچھ نیک بخت صورتِ حال کی نزاکت کا احساس کر کے ازخود شادی سے انکار کر دیتی ہیں تاکہ ان کے والدین ان کی شادی کی فکر سے آزاد ہو جائیں اور وہ اپنی امنگوں اور تمناؤں کا مرثیہ پڑھتی ہوئی زندگی گزار دیں۔ اس کے علاوہ برصغیر میں مشترک خاندان کا عام رواج ہے جب کسی خاندان میں لڑکوں کی شادیاں ہوتی چلی جاتی ہیں اور لڑکیاں کنواری رہ جاتی ہیں تو خاندان کے اندر بڑی نفسیاتی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور خانگی زندگی کا سکون درہم برہم ہو جاتا ہے۔ حقیقت یہ

ہے کہ ان ناکتخداؤں کا وجود اس ظالم سماج کے خلاف مسلسل فریاد ہے لیکن کون ہے جو ان بے نواؤں کی فریاد سنے ؟

بڑا مسئلہ اس لڑکی کا ہے جو جہیز کے بغیر اپنے شوہر کے گھر چلی جائے۔ اس میں ہزار خوبیاں سہی اس کی یہ غلطی معاف نہیں ہو سکتی کہ وہ خالی اپنے میکے سے آئی ہے اس سے باز پرس کرنے والا صرف اس کا شوہر ہی نہیں ہوتا بلکہ شوہر کا پورا خاندان اس کا محاسب ہوتا ہے۔ اسے اپنے اس ناکردہ جرم کا ایک ایک فرد کو حساب دینا پڑتا ہے۔ اس کی عام سزا تحقیر و تذلیل، طنز و تعریض چرکے اور کچوکے اور مار پیٹ ہے۔ اس کے نتیجہ میں اسے بیک بینی و دو گوش خانہ بدر بھی کیا جا سکتا ہے اور شوہر سے علیحدگی بھی ہو سکتی ہے۔ یہی نہیں اس "جرم" کی پاداش میں اسے اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔ جہیز کے لئے جان لینے کے واقعات اس کثرت سے ہو رہے ہیں کہ اب ان میں کوئی ندرت اور نیا پن نہیں ہے۔ ان کی نوعیت روزمرہ کے حادثات کی ہو کر رہ گئی ہے۔ کبھی یہ سزا شوہر نامدار دیتا ہے۔ اگر اسے اس میں کوئی تأمل یا ہچکچاہٹ ہو تو خاندان کے دوسرے افراد اس خدمت کے لیے تیار رہتے ہیں

جہیز کے مسائل و مصائب سے رستگاری حاصل کرنے کے لیے عورت خودکشی کو بھی ترجیح دینے لگی ہے۔ اس کے لیے کبھی وہ مٹی کے تیل اور پٹرول کا سہارا لیتی ہے۔ کبھی کسی اونچی عمارت سے چھلانگ لگاتی ہے۔ کبھی گلے میں پھندا لگا کر چھت سے لٹک جاتی ہے۔ کبھی زہر کھا کر ہمیشہ کی نیند سو جانا چاہتی ہے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنی معصوم جانیں اس خون آشام جہیز کی نذر ہو چکی ہیں اور ابھی اور کتنی نذر ہوں گی۔ اس بہیمیت سے جنگل کے درندے بھی شرمارہے ہوں گے۔

جہیز کی ان ہلاکت خیزیوں کو آج ہر شخص اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے بلکہ دیکھ رہا ہے لیکن اس کے باوجود معاشرے کی بہت بڑی اکثریت نے اسے ایک ناگزیر سماجی خرابی کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔ اس کے نزدیک موجودہ حالات میں لڑکوں کے لئے جہیز لینا اور لڑکیوں کو جہیز دینا اس قدر ضروری ہو گیا ہے کہ اس سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ لڑکیوں کو بہر حال جہیز دینا ہی پڑتا ہے۔ (اس میں لڑکے کے مطالبات کی تکمیل بھی شامل ہے) اس کے بغیر ان کی شادی نہیں ہو سکتی۔ ماں باپ اس کی ہمت نہیں کر سکتے کہ ان کی لڑکی بن بیاہی گھر بیٹھی رہے۔ جو شخص جہیز دیتا ہے وہ جہیز لینے پر بھی مجبور ہے۔ اس سے یہ مطالبہ بے جا سا ہو گا کہ وہ تو اپنی لڑکیوں کو جہیز کے ساتھ رخصت کرے اور دوسروں کی لڑکیاں اس کے گھر خالی ہاتھ آئیں۔ ہو سکتا ہے اس نقصان کو بعض لوگ جھیل جائیں، ہر شخص اسے برداشت نہیں کر سکتا۔

اس منطق کی رو سے سوچئے وہ انسان کتنا بدقسمت ہو گا جس کے صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوں اور جو ریاضی کے اس فارمولے کے تحت نقصان پر نقصان اٹھاتا رہے، اور پھر کتنا خوش قسمت ہے وہ شخص جس کے صرف لڑکے ہوں اور جو جہیز کی دولت سے مسلسل نہال ہوتا چلا جائے۔

پس اس منطق کا حاصل یہ ہے کہ کسی برائی کو ہم محض اس وجہ سے نہ صرف یہ کہ گوارہ کریں بلکہ اسے عملاً اختیار کر لیں کہ دنیا اس کا ارتکاب کر رہی ہے اور اس سے فائدہ اٹھا رہی ہے اس طرح آدمی رشوت، خیانت، فریب اور مکاری کو بھی جائز قرار دے سکتا ہے، اس لئے کہ یہ نسخے آج کی دنیا میں بڑے ہی مجرب اور کامیاب نسخے ہیں اور جو انہیں استعمال نہیں کرتا وہ سراسر نقصان میں رہتا ہے۔

اسی قسم کی غلط توجیہات دنیا کی ہر برائی کو استحکام عطا کرتی ہیں۔ ان سے انسان کے ضمیر میں اس کے خلاف جو کھٹک ہوتی ہے وہ بھی جاتی رہتی ہے اور وہ پوری ڈھٹائی کے ساتھ اس کا ارتکاب کرنے لگتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جہیز کے نام پر جو زیادتی ہو رہی ہے اسے دنیا کا کوئی مذہب کوئی فلسفۂ اخلاق اور کوئی قانون جائز قرار نہیں دے سکتا۔ آج کل ہمارے ملک کے اخبارات کا ایک خاص موضوع یہی جہیز ہے۔ اس کے خلاف مختلف حلقوں سے

آواز اٹھتی رہتی ہے ۔ حکومت بھی قانون کے ذریعہ اس پر پابندی لگانا چاہتی ہے ۔ لیکن کسی بھی خرابی کو بدلنے کے لئے حکومت اور سماج کا دباؤ کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لئے ذہن وفکر کی تبدیلی اور خدا اور آخرت کے خوف کی ضرورت ہے اسلام یہی فرض انجام دیتا ہے وہ سب سے پہلے سماج کے غلط بندھنوں کو توڑنا اور زندگی کا صاف ستھرا اور آسان طریقہ سکھاتا ہے ۔ اس کے لئے اس نے کسی بھی معاملہ کو پر پیچ نہیں رکھا کہ آدمی کے لئے جینا دوبھر ہوجائے ۔ چنانچہ اس نے ازدواجی زندگی کے تمام مسائل کو بھی بہت آسانی سے حل کیا ہے ۔ اس کے نزدیک نکاح سادگی اور سہولت سے ہونا چاہیئے ۔ اسے مشکل اور دشوار بنانا بہت بڑی زیادتی ہے ۔ اس سلسلے میں اسلام کی بعض اصولی تعلیمات کا ذکر کیا جارہا ہے ۔

۱ ۔ اسلام اس بات کا شدت سے مخالف ہے کہ کسی بھی معاملے میں ظلم وزیادتی کا رویہ اختیار کیا جائے ۔ اس کے نزدیک کسی کی کمزوری اور مجبوری سے غلط فائدہ اٹھانا اور اس کا استحصال کرنا سراسر ناجائز ہے ۔ جہیز کے نام پر لڑکی والوں کا استحصال بھی اسی میں آتا ہے ۔ اسلام اس کا کسی حال میں روادار نہیں ہے ۔

۲ ۔ شادی ، لڑکی والوں سے دولت سمیٹنے کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ یہ بعض بلند مقاصد کے لئے ہوتی ہے ۔ وہی شادی کامیاب ہے جس سے ان مقاصد کی تکمیل ہو ۔ ہوس زر میں ان مقاصد کو پس پشت ڈال دینا غلط اور ناپسندیدہ ہے ۔

۳ ۔ مرد کو اللہ نے قوّام بنایا ہے ۔ وہ اسی حیثیت سے عقد نکاح کرتا ہے وہ اس عہد وپیمان کے ساتھ لڑکی کا ہاتھ پکڑتا ہے کہ وہ اس کے نان ونفقہ اور رہائش وغیرہ کا ذمہ دار ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے یہ مقام عطا کیا ہو اس کے لئے یہ بات سخت توہین کی باعث ہے کہ وہ شادی سے چند دن یا چند لمحے پہلے لڑکی یا اس کے سرپرستوں کے سامنے جہیز کے نام پر دست سوال دراز کرے اور جب اپنی مراد پوری نہ ہو تو پھر کسی دوسری لڑکی کے در پر پہنچ جائے ۔

۴ ۔ جہیز کے نہ ملنے یا کم ملنے پر عورت کے ساتھ عموماً جو زیادتی ہوتی ہے اس کا کوئی دینی اور اخلاقی جواز نہیں ہے ۔ یہ اسلام کے سراسر خلاف ہے ۔ جہیز یا مال واسباب کے لئے عورت کو تنگ کرنے کی جگہ اسلام نے عورت کی دلجوئی کا حکم دیا ہے ، مہر ، اسی کی علامت ہے ۔ مہر کی بہت سی حکمتیں ہیں ۔ ایک حکمت یہ بھی ہے کہ عورت اپنے گھر اور خاندان سے چونکہ جدا ہوتی ہے اس لیے مرد ، مہر کی شکل میں خلوص ومحبت کا تحفہ پیش کرتا ہے اور اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ وہ اس کا دشمن نہیں مخلص ہمدرد اور غم خوار ہے جو اسلام نے دی ہے ۔

جس شخص کے سامنے یہ پاکیزہ اور مقدس تعلیمات ہوں اس کا وہ ذہن ہرگز نہیں ہو سکتا جو آج کے نوجوان کا ذہن ہے ۔ وہ جہیز کے نام پر عورت اور اس کے اہل خاندان کے استحصال کی جگہ ان سے ہمدردی اور محبت کا رویہ اختیار کرے گا اور بہیمیت کی جگہ اپنے حسن سلوک سے شرافت اور انسانیت کا ثبوت فراہم کرے گا ۔

اسلام کی اس تعلیم کا نتیجہ ہے کہ جہیز کے مسئلے نے مسلم سماج میں کبھی بھیانک شکل اختیار نہیں کی لیکن اب آہستہ آہستہ اس کے بعض طبقات میں یہ مرض پھیلتا جارہا ہے اور اس کی وجہ سے ایسی پیچیدگیاں بھی پیدا ہورہی ہیں جن سے مسلم سماج بڑی حد تک محفوظ تھا ۔ اس کا ایک علاج تو یہ ہے کہ سماج میں اسلامی تعلیمات کو عام کیا جائے اور اسے خدا اور رسول کی طرف پلٹنے کی دعوت دی جائے دوسرا علاج یہ ہے کہ جو لوگ جہیز کی خرابی کو محسوس کر رہے ہیں ، وہ ہمت کر کے اس کے لین دین کو ختم کریں ۔ اس معاملے میں لڑکی والے تو مظلوم ہیں ۔ انہیں نصیحت کی نہیں ہمدردی کی ضرورت ہے البتہ لڑکے والے کی طرف سے جہیز کے خلاف اقدام ہونا چاہیئے ۔ اور اس سلسلے میں جو بھی نقصان ہو اسے خدا کی رضا کے لئے انہیں برداشت کرنا چاہیئے ۔ جب تک آدمی ان مفادات کو نہ چھوڑے جو کسی غلط کام کی وجہ سے اسے حاصل ہو رہے ہیں اس کی اصلاح بھی نہیں کر سکتا ۔

اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے بعض باتوں کی

وضاحت بھی مناسب معلوم ہوتی ہے تاکہ اس مسئلے میں اسلام کا نقطۂ نظر پوری طرح سامنے آجائے۔

۱:۔ شادی کے بعد لڑکے اور لڑکی کو اپنا نیا گھر بسانا ہوتا ہے اس میں لڑکے والے بھی ان کی مدد کر سکتے ہیں اور لڑکی والے بھی۔ اگر نیا جوڑا اس معاملے میں تعاون کا مستحق ہو تو تعاون کو پسندیدہ ہی کہا جائے گا۔ یہ تعاون پیسے کی شکل میں بھی ہو سکتا ہے۔ اور ساز و سامان کی شکل میں بھی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ چیزیں عاریتہً استعمال کے لیے دی جائیں۔ لیکن یہ نہ تو فرض اور واجب ہے کہ تعاون نہ کرنے والا فریق ملزم گردانا جائے اور نہ نکاح کی شرط کہ اس کے بغیر نکاح ہی نہ ہوتا ہو۔

۲۔ شادی کے موقعہ پہ دولہا اور دلہن کو اَعزّہ و اقارب اور احباب اور دوستوں کی طرف سے تحفے اور ہدیے دیئے جا سکتے ہیں لیکن اسے جواز ہی کی حد میں ہونا چاہیئے۔ اسے ضروری سمجھنا یا اس کے نہ دینے پر برا ماننا اور شکوہ و شکایت کا پیدا ہونا صحیح نہیں ہے۔ تحفہ اور ہدیہ خوش دلی سے ہے ورنہ وہ تحفہ نہیں تاوان اور جرمانہ ہوگا۔

۳۔ شادی کے موقعہ پر لڑکی کو جو زیور یا سامان دیا جاتا ہے اس کے بارے میں یہ تصور صحیح نہیں ہے کہ وہ شوہر یا سسرال والوں کی ملکیت ہے اس کی مالک اصلاً لڑکی ہوتی ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر اس میں تصرّف نہیں کیا جا سکتا۔

۴۔ آخری بات یہ کہ اسلام نے نکاح کو آسان رکھا ہے۔ اس لئے سماج کی وہ ساری بندشیں جن سے اس میں دشواری پیدا ہو، قابلِ مذمت ہیں۔ ان سے ایک مسلمان کو احتراز کرنا چاہیئے۔

یہ ہے وہ اعتدال کی راہ جو اسلام نے دکھائی ہے۔ اس میں محبت اور ہمدردی ہے۔ حُسنِ سلوک ہے۔ ظلم و زیادتی کی ممانعت ہے اور اس کے ساتھ انسان کے جذبات اور ضروریات کی بھرپور رعایت بھی ہے اس پر عمل ہو تو جہیز کے جھگڑے ہی ختم نہیں ہوں گے بلکہ پُرسکون خاندانی زندگی بھی نصیب ہوگی۔ کاش کہ انسان اس طرف پلٹ آئے۔

بقیہ • مسنون داڑھی

یہ فعل دائمی نہیں بلکہ مخصوص بالحج والعمرہ ہے۔ اب اس مخصوص اور مقید فعل سے عام استدلال کرنا کیونکر صحیح ہوگا؟ نیز عون المعبود میں بھی لکھا ہے کہ کانوا یقصون من اللحیۃ فی النسك یہاں بھی شرط نسک ہے اس کے بغیر داڑھی کٹانا یا منڈانا حرام ہے

آخری گزارش

اُمید واثق ہے کہ محترم محمد منصور الزماں صاحب صدیقی، صدیقی سٹریٹ نشتر روڈ کراچی اپنے فتوے سے رجوع فرما کر خود اور دوست و احباب کو داڑھی بڑھانے کا مشورہ دیں گے۔ نیز میں علماء اہل حدیث سے بھی ضرور گزارش کروں گا کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ کے مخصوص فعل کا سہارا لینے کی بجائے فرمانِ نبویؐ پر غور فرمائیں اور اس پر عمل کریں تاکہ حشر کی ندامت سے بچ سکیں۔

وما علینا الا البلاغ۔

بقیہ • احکام و مسائل

ہو چکی ہے۔ البتہ اہل حدیث کے نزدیک ایک رجعی طلاق واقع ہوئی ہے۔ اور مطلقہ بعد از عدت جہاں چاہے اپنا نکاح کر سکتی ہے اور یہ نکاح بلا شبہ شرعی نکاح ہوگا۔ اس لئے اب اگر لڑکی کا خاوند آپ کی لڑکی کو اپنے گھر بسانے کا خواہش مند ہے تو نکاح جدید کے ساتھ اسے اپنے گھر آباد کر سکتا ہے۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب۔

تبصرۂ کتب

علیم ناصری

ثانی اثنین

مصنف :۔ مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی مرحوم (م ۱۹۲۶ء)
ضخامت :۔ درمیانہ سائز ۹۶ صفحات قیمت ۸ روپے
ناشر :۔ مکتبہ اہل سنت وجماعت ۳۸۶ قاسم آباد، لیاقت آباد کراچی ۔ ۱۹

مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی مرحوم اردو ادب کے سربرآوردہ اہل قلم میں شمار ہوتے ہیں، آپ کثیر التصانیف مصنف تھے۔ اردو ناول میں تاریخی کہانیوں کا افسانوی انداز آپ کی اختراع ہے۔ اس سلسلے میں تاریخ اسلام کے بعض واقعات ناولوں کی صورت میں ان کی یادگار ہیں۔ آپ ایک بلند پایہ عالم دین بھی تھے اور مسلکاً اہل حدیث عقاید کے حامل تھے۔ آپ نے علم حدیث کی تحصیل استاذ الکل مولانا سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ سے کی۔ کتب کی تصنیف کے علاوہ وہ بیشتر رسائل وجرائد کے مدیر بھی رہے۔ اور خود اپنا پرچہ دلگداز کے نام سے بھی شائع کرتے رہے، آپ کی انشاء پردازی اس دور میں پورے ہندوستان میں مسلّم تھی۔ اور آپ کے مضامین نہایت دلچسپی سے پڑھے جاتے تھے۔ آخری عمر میں آپ نے اپنے گھر پر محفل احباب منعقد کرنے کا سلسلہ شروع کیا تھا اور ان محفلوں میں وہ اپنے تازہ مضامین و رسائل احباب کے سامنے پیش کرتے تھے۔ اسی دور میں آپ نے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم پر اپنے رسائل لکھے، پڑھے اور شائع کئے۔ ثانی اثنین "حضرت صدیق اکبرؓ کی سیرت" "ذوالنورین" حضرت عثمان غنیؓ کی سیرت اور "ابوالحسنین" حضرت علیؓ کی سیرت پر الگ الگ تصانیف ہیں۔ انہوں نے حضرت فاروق اعظمؓ پر اپنی تحریر اس لئے شائع نہیں کی کہ اسی زمانہ میں مولانا شبلیؒ نے "الفاروق" جیسی کتاب لکھ کر شائع کروائی تھی۔ (بحوالہ دیباچہ از ڈاکٹر ابوالخیر کشفی)

"ثانی اثنین" بظاہر ایک مختصر لیکچر ہے مگر اتنا ہی مجمل اور مکمل ہے، اس میں حضرت صدیق اکبرؓ کی زندگی پر بھرپور عالمانہ سیرت نگاری کا حق ادا کر دیا گیا ہے جس کو پڑھ کر ان کی زندگی کا کوئی گوشہ تشنۂ معلومات نہیں رہتا۔ یہ اصل کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے جو پاکستان میں پہلی بار شائع کیا گیا ہے جس کی اشاعت کا شرف مکتبہ اہل سنت وجماعت کراچی کو حاصل ہوا ہے، وہ اس پر مبارکباد کے مستحق ہیں، اس کتاب کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر آٹھ روپے، قیمت نہایت موزوں ہے۔

عید میلاد اور اسلام

مصنف ۔ رانا محمد اکبر
ضخامت : چھوٹا سائز ۱۶ صفحات، قیمت ڈیڑھ روپیہ
ناشر :۔ اکبر پبلی کیشنز ۱۰/۳۱ اردو بازار ۔ لاہور

رانا محمد اکبر صاحب چھوٹے چھوٹے دینی کتابچے شائع کر کے تبلیغی شوق پورا کرتے ہیں۔ زیر نظر کتابچہ ان کے عید میلاد کا سلسلہ ۲ ہے۔ انہوں نے واضح دلائل کے ساتھ عید میلاد کی مروجہ بدعت پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے کتاب وسنت کی تبلیغ کا حق ادا کرنے کی کوشش فرمائی ہے جو بہرحال قابل تحسین ہے۔

عالم برزخ اور سماع موتیٰ

مصنف ۔ رانا محمد اکبر
ضخامت ۔ چھوٹا سائز ۸۰ صفحات قیمت ۶ روپے

رانا محمد اکبر صاحب کا یہ کتابچہ عالم برزخ اور سماع موتیٰ کے سلسلے میں ہے جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مردے کسی کی کوئی آواز یا فریاد نہیں سنتے۔ قرآن وحدیث کے دلائل سے مزین یہ کتابچہ بھی پڑھنے کے قابل ہے جو اکبر پبلیکیشنز ۱۰/۳۱ اردو بازار سے منگوایا جا سکتا ہے۔

اطلاعات و اعلانات

وفیات

ماہنامہ آثار مئو (بھارت) کی اشاعت نومبر دسمبر ۸۴ء میں یہ افسوسناک خبر شائع ہوئی ہے کہ کشمیر کے جید عالم مولینا نورالدین صدر جمعیت اہل حدیث کشمیر ۱۴ اکتوبر ۸۴ء کو ریاض (سعودی عرب) میں انتقال کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مولانا مرحوم اعلیٰ اخلاق و کردار کے ساتھ ساتھ ایک بلند پایہ خطیب اور مسلک اہلحدیث کے زبردست مبلغ اور داعی تھے۔ کشمیر میں ٹھوس عربی تعلیم کے لئے الکلیۃ السلفیہ کے نام سے ایک اعلیٰ درجے کی درس گاہ قائم کی جس میں کتاب و سنت کی تعلیم و تدریس کما حقہٗ ہو رہی ہے۔ مولانا مرحوم دو سال قبل جب پاکستان تشریف لائے تھے تو دفتر الاعتصام میں بھی آئے اور دیر تک دینی، تنظیمی اور مسلکی مسائل پر گفتگو کرتے رہے۔ مرحوم گوناگوں خوبیوں کے مالک تھے۔ ہم بارگاہ خداوندی سے ان کے لئے جنت الفردوس میں درجات عالیہ کی دعا کرتے ہیں اور جمعیت اہل حدیث کشمیر اور مرحوم کے پس ماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں (ادارہ)

خطبہ جمعۃ المبارک

۱۴ دسمبر ۱۹۸۴ء کا خطبہ جمعۃ المبارک امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث مولانا معین الدین صاحب لکھوی دارالحدیث جامعہ ابراہیمیہ منڈی کنگن پور میں ارشاد فرمائیں گے۔ بعد نماز جمعہ ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلحدیث میاں فضل حق صاحب کا خطاب زیر صدارت مولانا عبدالحکیم سیف ایم اے ہوگا۔ ۱۵ دسمبر کو درس، نماز فجر، مولانا محی الدین لکھوی فرمائیں گے۔ اس درس گاہ میں مقامی و بیرونی طلباء کتاب و سنت کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں لہذا مخیر حضرات اس سے تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں (انتظامیہ جامعہ ابراہیمیہ منڈی کنگن پور ضلع قصور)

جامع مسجد ثنائیہ فیروز وٹواں

مسلک اہل حدیث کی اکثریت ہے۔ آبادی بہت زیادہ ہے۔ شمالی نئی آبادی میں نماز پنجگانہ کے لئے مسجد کی ضرورت تھی۔ اسی بناء پر اہل محلہ کے اصرار پر "مسجد ثنائیہ" کے نام سے مسجد کے لئے ½ ۱ کنال زمین حاصل کر کے بنیاد رکھ دی ہے۔ تمام احباب جماعت اور مخیر حضرات سے مسجد کے ساتھ تعاون فرمانے کی اپیل ہے (مولوی محمد یحییٰ کھیاڑوی جامع مسجد ثنائیہ فیروز وٹواں ضلع شیخوپورہ)

دعائے صحت کی اپیل

کافی دنوں سے بندہ کے والد محترم بعارضۂ دمہ بیمار ہیں۔ قارئین دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جلد از جلد صحت کاملہ و عاجلہ عطاء کرے (آمین) نیز بندہ سرہالی کلاں سے واپس گھر آگیا ہے اس لئے احباب پتہ نوٹ فرمالیں (مولوی محمد حسن احسن تیرب ویل چوہدری مقبول احمد رائیکوال حجرہ شاہ مقیم ضلع اوکاڑہ)

کتاب کی طباعت میں تعاون فرمائیں

جامعہ خیرالمدارس ملتان کے مہتمم مولانا خیر محمد جالندھری (دیوبندی) مرحوم نے اپنی زندگی میں ایک رسالہ تراویح کے موضوع پر تحریر کیا تھا۔ تراویح کے بارے میں بھی وہی پرانے گھسے پٹے اور لایعنی قسم کے کئی اعتراضات کئے ہیں۔ ان تمام اعتراضات اور نفس مسئلہ کی تحقیق کرتے ہوئے ہمارے ایک فاضل دوست جید عالم مولانا عنایت اللہ صاحب رحمانی (محمود کوٹ) خطیب جامع مسجد اقصیٰ ملتان نے عقلی و نقلی طور پر دندان شکن جواب دیئے ہیں۔ اس رسالہ کی نظر ثانی حضرت مولانا محمد ادریس صاحب زبیر ایم اے ملتان نے کی ہے۔ مسودہ تیار ہے مگر حالات کی ناساعدت کی بناء پر طبع نہ ہو سکا۔ جو صاحب خود شائع کرانا چاہیں، یا اس کی اہمیت و ضرورت کے پیش نظر ہم سے تعاون کرنا چاہیں ہم سے رابطہ فرمائیں (عبدالرحمٰن خاں شاہین نائب امیر جمعیت طلبہ دارالحدیث المحمدیہ جلالپور پیروالا ضلع ملتان)

ادائیگی قرض میں تعاون کی اپیل

بندہ اس وقت پندرہ سولہ ہزار روپے کا مقروض ہے کیونکہ پلاٹ لیا ہے اور مکان بنایا ہے (جب کہ پہلے ننھیال نے عارضی طور پر چھوٹی سی جگہ دی ہوئی تھی) اب تنخواہ صرف چھ سو پچاس روپے ماہوار ہے۔ شہرداری ہے۔ ہر چیز خریدنی پڑتی ہے۔ دکھ سکھ بھی ساتھ ہے اس تنخواہ سے قرضہ کا ادا ہونا مشکل بات ہے فکر ہے کہ کہیں مقروض نہ مروں۔ اہل خیر سے میری مدد کرنے کی اپیل ہے (ابوحمزہ عبدالعزیز المری مسلم کالونی گلی ع۳ خیرپور سادات تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ)

تبلیغی لٹریچر

(۱) مولانا شہاب الدین ثاقب کے پانچ پنجابی منظوم کلام فتح مکہ، صلح حدیبیہ، عقیدہ اہل حدیث (نئی طباعت) ہجرت محمدی اور اصحاب محمدؐ۔ دو روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوائیں (دار القرار ۲۵۴۔ بی سیٹلائٹ ٹاؤن۔ گوجرانوالہ)

(۲) ہماری کتاب "امن کا راستہ" جو توحید کے موضوع پر قرآن و حدیث سے مدلل اور مکمل لکھی ہے ۶۰ پیسے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوائیے (دار المطالعہ شاہ اسمٰعیل شہید۔ جامع مسجد اہل حدیث کوٹلہ فیصل باناں۔ پشاور)

دھوکے باز سے ہوشیار رہئے

ہمارے گاؤں موضع ۳۲۷۔ E.B ضلع وہاڑی میں مولوی نیاز اللہ نام کے ایک شخص اپنے مدرسے کے نام پر لوگوں سے چندہ اکٹھا کرکے لے گئے۔ بعد میں شبہ پڑنے پر ہم نے ان کے گاؤں ۱۶۵/۹۔ل کی جماعت سے تصدیق کیا تو پتہ چلا کہ نقش ریکارڈنگ کرنے کے جرم میں وہ چک بدر کیا جا چکا ہے۔ چک ۱۶۲/۹۔ل اور چک ۱۶۴/۹۔ل کی جماعت نے بھی اس سے لاتعلقی کا اظہار کیا ہے بلکہ بورے والا میں یہی شخص اپنی بیوی اور سسر کو بھی لوٹ چکا ہے۔ پوری تحقیق کے بعد اعلان کیا جاتا ہے کہ اس شخص کا کوئی مدرسہ نہیں ہے بلکہ یہ دھوکے باز اور جھوٹا ہے جہاں کہیں بھی یہ شخص ایسی واردات کرتا ملے فوراً اس کو حوالہ پولیس کیا جائے تاکہ دھوکہ دہی کے الزام میں اس پر مقدمہ قائم کیا جا سکے اور اس قسم کے دوسرے لیٹروں کو بھی نصیحت ہو (جملہ اراکین۔ انجمن اہلحدیث رجسٹرڈ ۳۲۷/ای بی تحصیل بورے والا۔ ضلع وہاڑی)

خطیب کا تقرر

مولانا محمد سلیمان اظہر کھیاڑے کلاں میں خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ موصوف دن کو درس قرآن اور عشاء کے بعد درس حدیث ارشاد فرماتے ہیں۔ جملہ احباب شرکت کرکے رونق کو دوبالا کریں (محمد ادریس متعلم مدرسہ غزنویہ۔ لاہور)

معلمہ کی ضرورت

مدرسۃ البنات کوٹ فرید سرگودھا کے لئے ایک معلمہ کی فوری ضرورت ہے جو بچیوں کو ترجمۃ القرآن مع تفسیر اور دوسری ابتدائی دینی کتابیں پڑھا سکے۔ مشاہرہ معقول اور ضروری سہولتیں فراہم ہوں گی۔ (حکیم محمد یونس گلی والا روڈ کوٹ فرید۔ سرگودھا)

ضرورت رشتہ

میرا بیٹا میٹرک پاس ہے اور طبیہ کالج خوشاب سے بطور حکیم سند یافتہ ہے مطب میں تجربہ کار اور برسر روزگار ہے۔ اس کے لئے موحد، اہل حدیث، رسم و رواج اور ٹیلی ویژن سے اجتناب کرنے والی لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی تمیز نہیں۔ البتہ راجپوت برادری کو ترجیح دی جائے گی۔ رابطہ کے لئے مولوی عبدالغفار صاحب خطیب جامع مسجد اہلحدیث محلہ کاجبر یانوالہ خوشاب سے رجوع کریں (عبدالرحیم ڈسٹلڈ واٹر والے اسلامی دواخانہ فوارہ چوک، خوشاب)

تبدیلی پتہ

راقم ویرنہ ضلع گجرات سے ترک سکونت کرکے واپس اپنے گاؤں آگیا ہے۔ لہٰذا احباب اب درج ذیل پتہ پر رابطہ قائم کریں (محمد مشتاق جیمہ بھوماں باٹھ۔ ڈاک خانہ خاص تحصیل وزیرآباد۔ ضلع گوجرانوالہ)

نزلہ، زکام کا حملہ، کھانسی کا زور

سردیاں کیا آئیں مصیبت آگئی

موسم سرما صحت وتن درستی کو بہتر بنانے کا موسم ہے۔ اگر نزلہ زکام اور کھانسی ہوجائے تو اس کا الزام موسم کو نہ دیجیے، یہ محض ہماری غفلت سے شدت اختیار کرلیتے ہیں۔

گھر کا ہر فرد اگر سردیوں کے آغاز ہی سے مناسب احتیاط برتے اور شعالین کی ایک دو ٹکیاں روزانہ باقاعدگی کے ساتھ استعمال کرے تو نزلہ، زکام اور کھانسی سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔

شعالین کے چار قرص تیز گرم پانی میں گھول لیجیے،
جوشاندہ تیار ہے جو نزلہ، زکام اور کھانسی کے لیے بدرجہا مفید ہے۔
ایسی ایک خوراک صبح وشب لیجیے۔

شعالین

نزلہ، زکام اور کھانسی کی مفید دوا

ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں

نوزو
ناک پھوار

ناک کے ورم، سوزش اور بندش کے لیے مفید۔
ایک پھوار ناک کھول دیتی ہے۔

اخلاق علامتِ مذہب ہے اور مذہب اصولاً اخلاق ہے۔